دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں!

① جس کی کمائی بالکلیہ حرام ہو اور کوئی ذریعہ حلال آمدنی کا نہ ہو (جیسے: بینک منیجر) یا جس کی کمائی بالکلیہ حرام نہ ہو (جیسے پولیس ملازمین) لیکن قرائن سے اس کے رشوت لینے کا پتہ ہو۔ اس کی دعوت، طعام، اکرام و ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟
اگر جائز نہیں ہے تو ایسے موقع پر بچنے کیلئے کیا کیا جائے۔ مثلاً ایسے موقع پر پہنچے جب مذکورہ افراد کھانا کھا رہے تھے یا چائے پی رہے تھے۔ انہوں نے دعوت دی اب کیا کرے؟ اگر ایسے موقع پر کوئی کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور ذہن میں اس کا لغوی معنی مراد لے تو کیا یہ جھوٹ شمار ہوگا؟ بصورت دیگر مذکورہ افراد ناراض ہوں گے، تعلقات بگڑیں گے، بلکہ شر پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے۔

② زید کے پاس بکر نے کچھ رقم امانت رکھی، اور استعمال کی اجازت بھی دے دی۔ بعد میں بکر کے مطالبے پر زید نے امانت کی واپسی اپنی حرام کی آمدنی سے کی،
یا کوئی شخص قرضے کی ادائیگی مال حرام سے کرتا ہے۔
یا، گاہک، دکاندار کو مقررہ قیمت یا ثمن مال حرام سے ادا کرتا ہے۔
یا مزدور کو اس کی مزدوری مال حرام سے دی جاتی ہے۔
مذکورہ صورتوں میں وصول کرنے والے کو پتہ ہو یا نہ ہو کہ واپسی مال حرام سے ہو رہی ہے۔
تو وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

③ زید کہتا ہے کہ وصول کرنے والے کیلئے کسی صورت میں وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر پتہ نہیں تھا تو معلوم ہونے پر لوٹانا ضروری ہے۔
عمرو اس کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس طرح نہیں ہے۔ قصور وار تو دینے والا ہے، لینے والا حق دار ہے، دوسری بات، اگر ادائیگی بذریعہ نقود ہے تو چونکہ نقود متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لیے وصولی میں نقود لے لینا جائز ہے اور اگر ادائیگی نقود سے نہیں ہو رہی تو پھر اس بارے میں بھی کوئی سخت حکم ہوا تو سارے کے سارے کاروبار چوپٹ ہو جائیں گے اس لئے کہ تقریباً ہر شخص اس میں ملوث ہے۔
آپ حضرات دونوں کے موقف کا مکمل جائزہ لیکر حکم شرعی تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں۔

المستفتی محمد راشد ڈسکوی
۰۳۳۳-۲۱۳۰۵۲۸

Scanned by CamScanner

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ جس شخص کی مکمل یا اکثر آمدنی حرام ہو اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ اس حرام آمدنی ہی سے کھانا کھلا رہا ہے یا ھدیہ دے رہا ہے، تو ایسی صورت میں اپنے اختیار سے ایسے شخص کا کھانا، کھانا اور ھدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

اوّلاً ایسے افراد جنکی غالب آمدنی حرام ہو ان سے کہا جائے کہ وہ حلال مال سے کھانا کھلائے یا ھدیہ دینے کا انتظام کریں۔ اگر وہ اس کا انتظام نہ کریں اور کھانا نہ کھانے اور ھدیہ قبول نہ کرنے کی صورت میں تعلقات بگڑنے یا شر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو کسی مناسب عذر سے اس حرام سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ ایسے موقع پر سوال میں مذکور بات کہنے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

فی الھندیة: ۵/۳۴۲: أھدی إلی رجل شیئا او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلا بأس الا ان یعلم بأنه حرام فان کان الغالب هو الحرام ینبغی أن لا یقبل الھدیة ولا یأکل الطعام إلا أن یخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل کذا فی الینابیع۔

وفی الأشباه ص۹۶/۱ مطبوعه ادارة القرآن: وکذلک اختلفوا هل الاعتبار لنیته الحالف أو لنیة المستحلف والفتوی علی اعتبار نیة الحالف إن کان مظلوماً لا إن کان ظالما کما فی الولوالجیة والخلاصة۔

دار الافتاء

وقال القرطبی فی احکام القرآن تحت قوله تعالی (انی سقیم) وقال الضحاك معنی سقیم سأسقم سقم الموت، لأن من کتب علیه الموت یسقم فی الغالب ثم یموت وھذا

جاری ہے۔۔۔۔

توریۃ وتعریض کما قال للملک لما سألہ عن سارۃ
هی أختی یعنی أخوۃ الدین ص ۹۳/۱۵ (الصافات)

۲۔ جس کے پاس کل مال حرام ہو تو اسکے لئے مال حرام سے امانت کی واپسی، قرضہ، اشیاء کی قیمت اور مزدور کی اجرت کی ادائیگی جائز نہیں ہے۔

اب اگر امانت رکھوانے والے اور قرضہ دینے والوں کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ انکی امانت کی واپسی، قرضہ، اشیاء کی قیمت اور مزدور کی اجرت کی ادائیگی حرام مال سے ہو رہی ہے تو ان کے واسطے اسکا وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

ہاں اگر اس بارے میں ان کو کچھ بھی علم نہ ہو کہ مال حرام سے ادائیگی ہو رہی ہے یا مال حلال سے تو پھر وصول کرنا جائز ہے۔

(۹/۶۳۶، رشیدیہ)

فی الدر المختار: وفی حظر الأشباہ: الحرمۃ تتعدد مع العلم بها الا فی حق الوارث وقیدہ فی الظہیریۃ بأن لا یعلم أرباب الأموال وسنحققہ ثمۃ۔

وفی رد المحتار: نقل الحموی عن سیدی عبد الوہاب الشعرانی أنہ قال فی کتابہ المنن وما نقل عن بعض الحنفیۃ من أن الحرام لا یتعدی ذمتین، سألت عنہ الشہاب بن الشلبی فقال هو محمول علی ما إذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلا یأخذ من أحد شیئا من المکس ثم یعطیہ آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر آخر فهو حرام اھ

دار الافتاء

۳۔ زید کا یہ کہنا کہ کسی صورت میں وصول کرنا جائز نہیں ہے یہ بات درست نہیں کیونکہ اوپر تفصیل سے یہ بات آچکی ہے کہ مال حرام سے ادائیگی

جاری ہے۔۔۔

کا یقینی علم نہ ہونے کی صورت میں وصول کرنا جائز ہے۔ اور یقینی علم ہونے کی صورت میں وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر وصول کرتے وقت تو مال حرام ہونے کا علم نہیں تھا مگر وصول کرنے کے بعد اس کا علم ہوا تو چونکہ عند العقد اس کا علم نہیں اسلئے اس کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

اور عمر کا یہ کہنا کہ نقود متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اسلئے وصولی میں نقود لینا جائز ہے یہ بات بھی علی الاطلاق درست نہیں کیونکہ حضرات فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق متعدد مواضع میں نقود متعین ہوتے ہیں (مثلاً غصب، ودیعت، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ وغیرہ) البتہ مال حرام سے قرضہ یا قیمت وغیرہ کی ادائیگی میں نقود متعین ہوتے ہیں یا نہیں اس میں دیگر فقہاءؒ کا اور امام کرخیؒ کا اختلاف ہے۔ دیگر فقہاء کے نزدیک یہاں پر بھی نقود متعین ہوتے ہیں۔ اور امام کرخیؒ کے نزدیک متعین نہیں ہوتے۔ ان کے قول کے مطابق اگر مال حرام سے ادائیگی کرنے والا، ادا کرتے وقت علی الاطلاق ادائیگی کرے یعنی اس کی صراحت نہ کرے کہ یہ مال حرام ہے۔ اور لینے والے کو بھی اس کے مال حرام ہو کا علم نہ ہو تو بظاہر لینے والے کیلئے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(ماخذہ تبویب ٦/٢١٤ ، ٥٣/٥٠٩)

فی الدر المختار: ٦/١٨٩: کما لو تصرف فی المغصوب و الودیعة بأن باعه وربح فیه اذا کان ذلك متعینا بالإشارة أو بالشراء بدراهم الودیعة أو الغصب و نقدها یعنی یتصدق بربح حصل فیهما اذا کانا مما

جاری ہے....

يتعين بالإشارة وإن كانا مما لا يتعين فعلى أربعة أوجه

فإن أشار إليها ونقدها فكذلك يتصدق وإن أشار إليها

ونقد غيرها أو أشار إلى غيرها ونقدها أو أطلق ولم

يشر ونقدها لا يتصدق في الصور الثلاث عند

الكرخي قيل به يفتى والمختار أنه لا يحل

والله تعالى أعلم بالصواب

محمد سليم عفا الله عنه

دار الإفتاء جامعة دار العلوم كراچی ۱۴

۹/۹/ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح

اصغر علی ربانی

۹ رمضان المبارک

۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ

۹/۹/۱۴۳۰ھ

نائب مفتی — دار العلوم کراچی

دار الافتاء — فتوی نمبر ۲۸/۱۱۹۲ — مورخہ ۱۲/۹/۱۴۳۰ھ — جامعہ دار العلوم کراچی